۲۔ شیطان کی طرف سے پریشان کن خواب۔

۳۔ حالتِ بیداری میں انسان کسی چیز کے متعلق زیادہ سوچے' وہی خواب میں نظر آتا ہے، جسے ''حدیث النفس'' کہا جاتا ہے۔(صحیح مسلم رقم ٥٨٦٥)

اگر کسی کو اس چیز کے متعلق خواب نظر آئے جس کیلئے اس نے استخارہ کیا تھا' تو اس کا ''حدیث النفس'' ہونا زیادہ قرین قیاس ہے' جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ، یہ تو زیادہ سوچ بچار کی وجہ سے نظر آتا ہے، یا اس میں شیطان کی دخل اندازی ہوسکتی ہے۔ جو کہ خوابوں کی دوسری قسم ہے۔ حقیقی خواب عام طور پر سچا مؤمن اپنے لئے یا کسی اور کیلئے دیکھتا ہے، پھر اس کی تعبیر کیلئے کسی ماہر عالم کی ضرورت ہوتی ہے' جو صحیح تعبیر کرے۔ پھر یہ بات بھی صحیح مسلم کی اسی روایت میں آئی ہے (**وأصدقكم رؤيا أصدقكم حديثا**) ''جو اپنی عام گفتگو میں سچا ہوگا اتنا ہی اس کا خواب بھی سچا ہوگا۔'' اس کے باوجود یہ حقیقی خواب بھی استثنا اس کی حد تک ہے' اس پر کسی کام کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی ، بلکہ اگر کوئی خیر دیکھ لے تو اسے چاہیے کہ اللہ سے یہ خیر مانگیں، اگر شر دیکھیں تو دعا کریں کہ اللہ اسے ٹال دے، اور کسی سے اس خواب کا ذکر نہ کیا جائے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں اس کی تعلیم ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ خواب کا استخارہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

۴۔ ان خودساختہ شروط میں استخارہ کر کے فوراً سوجانا اور سوتے ہوئے طہارت کا التزام اور بستر کی صفائی و پاکیزگی کا اہتمام بھی شامل ہے۔ حالانکہ شرعاً استخارہ اور نیند میں کوئی تعلق ثابت نہیں ہے۔ بلکہ اس طرح کے تکلفات ☆ سے استخارے کے اس آسان اور مسنون کام کو جان بوجھ کر مشکل بنالیا گیا ہے اور اس کی برکت سے عام مسلمان محروم ہو رہے ہیں۔ بلکہ یہ اعمالِ کہانت کے ضمن میں آکر بعض اشخاص کا ذریعہ معاش بنا ہوا ہے۔

استخارہ کے متعلق معلومات اور تحقیق کیلئے حديث صلاة الاستخارة رواية ودراية للدكتور عاصم القريوتي اور البدر الباري الى فيض الباري للشيخ محمد بدر عالم ٢/ ٢٤٧ ـ ٢٤٨ مفید ہے۔

آخر میں تمام علماء کرام سے انتہائی ادب سے درخواست کرتا ہوں کہ اس حساس دینی مسئلے پر غور کریں اور اسے مذاق کا نشانہ بننے نہ دیں اور استخارہ کے مسنون طریقے سے لوگوں کو متعارف کرائیں اور انہیں غلو سے بچائیں۔ اللہ ہم سب کو سنت پر چلتے ہوئے توحید پر خاتمہ ہونے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین!

☆ مسلمان کو ہر وقت اپنا جسم اور لباس پاک رکھنا چاہیے، بستر کی پاکیزگی بھی اسی کا حصہ ہے۔ باوضو ہو کر سونا سنت ہے اور جنابت کی حالت میں اس کا حکم بھی ہے۔ لہذا انہیں "تکلفات" قرار دینا محلِ نظر ہے۔ البتہ اسے صرف استخارہ سے منسلک کرنا ثابت نہیں۔

(عبدالوہاب خان)

Monthly MUHADDIS Lahore
99-J Model Town, Lahore-54700
Phone. 5866476-5836396

درس حدیث

نماز میں امام کی پیروی کی اہمیت وضرورت

ثناءاللہ عبدالرحیم

عن الزهريؒ قال سمعت أنس بن مالك ﷺيقول: (سقط النبى ﷺ عن فرس فجحش شقه الأيمن فدخلنا عليه نعوده، فحضرت الصلاة فصلى بنا قاعدا، فصلينا وراءه قعودا، فلما قضى الصلاة قال:"**إنما جعل الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا وإذا سجد فاسجدوا وإذا رفع فارفعوا وإذا قال: سمع الله لمن حمده، فقولوا: ربنا ولك الحمد، وإذا صلى قاعدا فصلوا قعودا أجمعون**)

تخريج الحديث: [صحيح البخارى مع الفتح ٢/١٧٣ حديث ٦٨٩، صحيح مسلم ٤/١٣٠]

ترجمہ: ''امام محمد بن شہاب الزہریؒ نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک ؓ کو سنا آپ فرمارہے تھے: ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ گھوڑے سے گرے اور آپ کے دائیں پہلو پر زخم آیا۔ ہم آپ کی عیادت کے لیے آپ کے ہاں داخل ہوئے، اتنے میں نماز کا وقت ہوا تو آپ ﷺ نے بیٹھ کر امامت فرمائی۔ ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ جب نماز پوری ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''**امام اسی لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ لہٰذا جب وہ الله اكبر کہے تو تم بھی اس کے بعد الله اكبر کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ اٹھ جائے تو تم اٹھو اور جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو۔ اور جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کے نماز پڑھو۔**''

صحیحین کی بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں: (واذا صلى قائما فصلوا قياما واذا ركع فاركعوا) ''**جب امام کھڑے ہو کر نماز ادا کرے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو**''۔ بعض روایات میں آیا ہے: (انما جعل الامام ليؤتمّ به فلا تختلفوا عليه) [مسلم ٤/١٣٣] اور بعض روایات میں آیا ہے: كان رسول الله ﷺ يعلمنا يقول: **لاتبادروا الامام** (مسلم: ٤/١٣٤)

شرح المفردات

(جُحِشَ) : ای: خدش یعنی خراش آیا ، زخم آیا۔

(شقه الأيمن): دائیں پہلو۔ بعض روایات میں ساقه الأيمن یعنی دائیں پنڈلی آیا ہے۔

(فحضرت الصلاة): نماز کا وقت ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرض نماز تھی۔

(ليؤتم به): تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔

تشریح وفوائد:

اس حدیث میں مقتدیوں پر امام کی اتباع اور پیروی لازم ٹھہرائی گئی ہے، لہٰذا مقتدیوں کے لیے ضروری ہے کہ افعالِ نماز میں اپنے امام کی اقتداء کریں۔ تمام افعال ظاہرہ امام کے ادا کرنے کے بعد بجالائے جائیں۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے (انما جعل الامام لیؤتم به) یعنی امام کو اسی لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اور مقتدی وتابع کی شان یہ ہے کہ وہ امام اور متبوع سے پہل نہ کرے اور نہ امام کے آگے کھڑا ہو، بلکہ تمام افعال اس کے بعد کرنے کا اہتمام کرے اور اس کی مخالفت سے اجتناب کرے۔

1۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں: متابعة الامام واجبة في الافعال الظاهرة، وقد نبه عليها في الحديث فذكر الركوع وغيره بخلاف النية، فانها لم تذكر وقد خرجت بدليل آخر۔ یعنی امام کی پیروی افعال ظاہرہ میں واجب ہے، جیسے حدیث میں رکوع، سجدہ وغیرہ کے متعلق آیا ہے۔ اس حکم میں تمام افعالِ نماز شامل ہیں۔

البتہ نیت میں امام کی متابعت ضروری نہیں، کیونکہ یہ پوشیدہ عمل ہے اور حدیث ہذا میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ (فتح الباری ۱۷۸/۲، نیل الأوطار ۱۵۸/۳) نیت میں امام کی متابعت ضروری نہ ہونے کے بعض دلائل یہ ہیں:

(۱) حضرت معاذ بن جبلؓ عشاء کی نماز نبی ﷺ کے ساتھ پڑھ کر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔ [متفق علیه] جبکہ قوم کی نماز فرض ہوتی تھی اور معاذؓ کی نفل۔

(۲) آپ ﷺ نے بحالت مسافر اہل مکہ کو نماز پڑھانے کے بعد ارشاد فرمایا: (يا أهل مكة قوموا فصلوا ركعتين أخريين فانا قوم سفر) "اے مکہ والو! اٹھو اور دو رکعت مزید پڑھ کر اپنی نماز پوری کرلو، کیونکہ ہم مسافر ہیں۔" (مسند الامام احمد)

2۔ (واذا ركع فاركعوا): میں (فاء) تعقیب کے لیے ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ امام کے رکوع میں جانے کے بعد مقتدی رکوع میں جائے۔ اسی طرح امام کی تکبیر کے بعد مقتدی تکبیر کہے۔ سنن ابی داؤد میں زیر درس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں:

"ولا تكبروا حتى يكبر...... ولا تركعوا حتى يركع...... ولا تسجدوا حتى يسجد......"

امام سے پہل کرنے والوں کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (أما يخشى أحدكم۔أو: لا يخشى أحدكم۔ إذا رفع رأسه قبل الإمام أن يجعل الله رأسه رأس حمار أويجعل الله صورته صورة حمار) [بخاری ۱۸۲/۲، حدیث ۶۹۱] "کیا وہ شخص ڈرتا نہیں جو اپنے امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے کہ اللہ اس کا سر گدھے کے سر سے تبدیل کرے یا اس کی صورت گدھے جیسی بنادے؟!" مسند بزار میں ہے: "الذي يخفض ويرفع قبل الإمام إنما ناصيته بيد الشيطان" [فتح الباری ۱۸۳/۲] "جو شخص امام سے پہلے جھک جاتا ہے یا اٹھتا ہے تو اس کی پیشانی شیطان کے

ہاتھ میں ہوتی ہے۔"

ثابت ہوا کہ امام سے پہل کرنا ہر حالت میں حرام ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے شکل مسخ کرنے کی شدید ترین وعید بیان فرمائی ہے، پس ایسے آدمیوں کی نماز باطل ہے۔تکبیرۃ الاحرام میں تو امام سے پہل کرنے والے کی نماز کو بالاتفاق باطل ٹھہرایا گیا ہے۔ اسی طرح امام سے پہلے سلام پھیرنے والوں کی بھی نماز درست نہیں ہوگی۔یہی ابن عمرؓ، امام احمدؒ اور اہل الظاہر کا مذہب ہے۔ چونکہ اس میں نہی (منع) آیا ہے اور نہی فساد کا متقاضی ہے۔[فتح الباری ۲/۱۸۳]

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: (لیس لمن سبق الامام صلاۃ لهذا الحدیث ـ قال: ولو كانت له صلاة لرجی له الثواب ولم یخش علیه العقاب) "امام سے پہل کرنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔اگر اس کی نماز درست ہوتی تو ضرور اس کے لیے ثواب کی امید کی جاتی اور عقاب کا کوئی اندیشہ نہ ہوتا۔"

جمہور علماء کے نزدیک ایسے شخص کی نماز ادا ہوگی۔لیکن اس نہی کے ارتکاب پر گناہ آئے گا۔

3۔ (و اذا قال سمع الله لمن حمده، فقولوا : ربنا ولک الحمد) "اور جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو"۔اس میں ربنا لک الحمد بھی صحیح سند سے مروی ہے۔(بخاری ۲/۲۸۳)

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ امام صرف سمع الله لمن حمده کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد پڑھے، چونکہ اس روایت میں صرف یہی ذکر ہے۔

امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں: وفیه نظر، لأنه لیس فیه ما یدل علی النفی، بل فیه أن قول المأموم "ربنا ولک الحمد" یکون عقب قول الامام "سمع الله لمن حمده" والواقع فی التصویر ذلك، لأن الامام یقول التسمیع فی حال انتقاله والمأموم یقول التحمید فی حال اعتداله ـ "مذکورہ قول محل نظر ہے اور اس روایت میں اس (تسمیع) کی نفی نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام رکوع سے اٹھتے وقت سمع الله لمن حمده کہے گا اور یہ انتقال رکن ہے۔(اس میں بھی ماموم کو چاہیے کہ امام کی متابعت کرے یعنی اس کے بعد کہے) پھر ماموم حالت اعتدال میں ربنا ولک الحمد کہے۔"

بعض اور دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ امام سمع الله لمن حمده اور ربنا ولک الحمد دونوں کہے۔(کان النبی ﷺ اذا قال سمع الله لمن حمده قال: اللهم ربنا ولک الحمد) (بخاری، حدیث: ۷۹۵) "یعنی نبی کریم ﷺ سمع الله لمن حمده کے بعد اللهم ربنا ولک الحمد بھی کہتے۔" ایک اور روایت میں ہے: (اذا قال الامام "سمع الله لمن حمده"، فقولوا "اللهم ربنا ولک الحمد" فانه من وافق قوله قولَ الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه)[بخاری، حدیث: ۷۹۶] اور یہی مسألہ تأمین کے قریب ہے کہ امام جب ﴿ولا الضالین﴾ کہے تو تم آمین کہو۔ چونکہ

بعض دوسری روایات میں یہ بھی ہے: '' اذا قال الامام ﴿ولا الضالين﴾ فقال "آمين" فقولوا آمين ''یعنی امام جب ﴿ولا الضالين﴾ کے بعد آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔'' (فتح الباری: ۲/ ۲۸۵) لہٰذا امام اور مقتدی دونوں ربنا ولك الحمد کہیں گے اور یہی جمہور کی رائے ہے۔

امام شافعیؒ، عطاء اور ابن سیرینؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ امام اور مقتدی دونوں سمع الله لمن حمده اور ربنا ولك الحمد کہیں گے۔ لیکن جمہور نے کہا اگر منفرد ہے تو دونوں کو جمع کر کے پڑھے، اگر با جماعت نماز ادا کر رہا ہو تو امام سمع الله لمن حمده اور ربنا ولك الحمد دونوں کہے، لیکن مقتدی صرف ربنا ولك الحمد کہے۔ امام دارقطنیؒ کی ایک روایت میں مقتدی کے بھی سمع الله لمن حمده کہنے کا تذکرہ ملتا ہے، لیکن اس کی سند میں کمزوری ہے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے کہا ہے: اسی طرح مقتدی کا سمع الله لمن حمده کہنا بھی درست ہے۔ کیونکہ یہ وظیفہ انتقال ہے۔ اس حدیث میں دراصل امام اور مقتدی کو آگاہ کرنا مقصود ہے کہ وہ امام کی اقتداء کس طرح کرے۔ ابوہریرہ ؓ بھی مقتدی کے لیے تسبیح و تحمید پڑھنے کو جائز سمجھتے تھے۔ امام سیوطیؒ نے اس پر مستقل رسالہ لکھا ہے، جو ان کے فتاوی الحاوی میں مطبوع ہے۔ (شرح بلوغ المرام ۱/ ۲۷٤)

4۔ (واذا صلى قاعدا فصلوا قعودا أجمعون) ''اور امام جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔''

امام شافعیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم نبی ﷺ کے مرض کے دوران پڑھائی گئی نماز سے منسوخ ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ نے اس وقت امام کی حیثیت سے بیٹھ کر نماز ادا فرمائی تھی اور باقی سب نمازیوں نے کھڑے ہو کر۔

لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ حدیث (اذا صلى قاعدا فصلوا قعودا أجمعون) محکم ہے منسوخ نہیں۔ جب امام کے عذر و مرض کے دور ہونے کی توقع نہ ہو جیسا کہ مرض الموت میں آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز ادا کی، جبکہ مقتدیوں نے کھڑے ہو کر۔ تو اس وقت نمازیوں کو کھڑے ہو کر پڑھنا ہوگا۔ اگر ایسا عذر یا بیماری ہے جس سے شفا یقینی ہو تو مقتدی حضرات بھی بیٹھ کر نماز ادا کریں، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں آپ ﷺ کی پنڈلی پر خراش تھی یا دائیں پہلو میں زخم تھا۔ اور یہ وقتی تکلیف تھی، اس میں شفا یقینی تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے مقتدیوں کو بھی اقتدا میں بیٹھ کر نماز ادا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ (فتح الباری ۲/ ۱۷٦)

خلاصہ حدیث: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدیوں کو امام کی پیروی و اتباع کرنا چاہیے۔ کسی چیز میں امام سے آگے نہ بڑھے۔ تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک امام کے پیچھے پیچھے رہنے کی کوشش کرے۔ صحابہ کرام ؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ سجدہ میں سر مبارک رکھ لیتے تو ہم سجدہ کے لیے جھکتے تھے۔ اللہ پاک ہمیں اتباع سنت کی توفیق بخشے۔ (آمین)

* * * * * *

تکمیل :

"اذا صلی الامام قاعدا فصلوا قعودا اجمعون" اس مسئلے میں ترجیح کی بنیاد اس اختلاف پر ہے کہ مرض الموت میں رسول اکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں امامت فرمائی تھی یا صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا ؟ اس بارے میں علماءؒ کے کئی نظریات ہیں:

{1} آپ ﷺ نے امامت فرمائی تھی۔ عن عائشة قالت :"لما ثقل رسول الله ﷺ .... قال: "مروا أبا بكر فليصل بالناس" فلما دخل فی الصلاة وجد رسول الله ﷺ فی نفسه خفة فقام يهادى بين رجلين ورجلاه تخطان فی الارض حتیٰ دخل المسجد ، فلما سمع ابو بكر رضی اللہ عنہ حسه ذهب يتأخر فأومأ إليه رسول الله ﷺ فجاء رسول الله ﷺ حتیٰ جلس عن يسار أبی بكر رضی اللہ عنہ ، فكان ا بو بكر رضی اللہ عنہ يصلی قائما و كان رسول الله ﷺ يصلی قاعدا يقتدی أبوبكر رضی اللہ عنہ بصلاة رسول الله ﷺ والناس يقتدون بصلاة أبی بكر رضی اللہ عنہ." [بخاری، كتاب الأذان ،باب ٦٨ الرجل يأتم بالإمام و يأتم الناس بالمأموم ٢٣٩/٢، مسلم، كتاب الصلاة حديث:٩٥ مع المنهاج ١٤١/٤]

قال الحميدیؒ: صلی النبی ﷺ جالسا والناس خلفه قياما. [بخاری، الأذان، إنما جعل الإمام ٢٠٤/٢]

قال ابن حجرؒ:(عن يسار أبی بكر)"هذا هو مقام الإمام" [فتح الباری ١٨١/٢]

قال الصنعانیؒ :فهی تبين ما أجمل فی الأخریٰ وبه يتضح أنه ﷺ كان أماماً.[سبل السلام ١٧/٢]

و ذكر الشيخ عبدالله بن محمد بن عبدالوهابؒ والشيخ صفی الرحمن المباركفوری أن النبی ﷺ أم الناس فی مرضه.[مختصر سيرة الرسول ﷺ ص:٥٩٢،الرحيق المختوم ص: ٤٦٧]

{2} آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی تھی۔

کیونکہ حدیث عائشہؓ کے راویوں میں سے اَعمش کے شاگردوں میں سے اَبومعاویہ کا مرتبہ دوسروں سے بلندتر ہے۔ (الفتح)

عن أنس رضی اللہ عنہ :**أن النبی ﷺ صلی فی مرضه خلف أبی بكر رضی اللہ عنہ قاعدا فی ثوب متوشحا به**" [الترمذی ١٩٧/٣ وقال : حديث حسن صحيح ـ الموسوعة الفقهية ١٠٩/٣٤]

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ :أن أبا بكر رضی اللہ عنہ كان مأموماً.[فتح الباری ١٨٢/٢]

ربیعہؒ سے امام مالکؒ نے نقل کیا ہے کہ مرض الموت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی امام تھا۔[الفتح بحواله الأم للشافعیؒ]

قال ابن هشامؒ : **جلس ﷺ إلی جنبه فصلی قاعدا عن يمين أبی بكر** رضی اللہ عنہ. [سيرة ابن هشام ٦٥٣/٢]

ابن حجرؒ نے عموم حدیث اَبی بکر رضی اللہ عنہ " ما كان لابن أبی قحافة أن يتقدم بين يدی رسول الله ﷺ"

[بخاری،اذان، باب من دخل ليؤم ......٢/١٩٦] کو بھی مرجحات میں شمار کیا ہے۔[فتح الباری ٢/١٨٢]

{3} آپ ﷺ کی اس نماز کا معاملہ مشکوک ہے۔ لہٰذا اس سے کوئی بھی استدلال کرنا ممکن نہیں۔

روى ابن خزيمةؒ عن عائشةؓ قالت:" **من الناس من يقول كان أبوبكر ؓ المقدم بين يدي رسول الله ﷺ و منهم من يقول كان النبي ﷺ المقدم۔** " قال منير: **دلت على أن عائشة سمعت بهذا من الصحابة فاختلفوا عليها ولم تشاهد بنفسها فمرة تجزم ومرة تشك**۔[تعليقه على الروضة الندية ١/١٢١ و انظر سبل السلام ٢/١٤، نيل الأوطار ٣/١٩٣]

قال القرطبيؒ في شرح مسلم: "**لم يقع في الصحيح بيان جلوسه ﷺ هل كان عن يمين أبي بكر أو يساره**" امام ابن حجرؒ نے صحیح مسلم کے شارح کی اس غفلت پر تعجب کیا ہے، کیونکہ "**جلس عن يسار ابي بكر**" بخاری کے علاوہ مسلم میں بھی ہے۔ [فتح الباری ٢/١٨١] اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس حدیث کو مضطرب ومشکوک کہنا ہرگز درست نہیں۔

{4} بعض نمازوں میں امامت فرمائی اور بعض میں اقتدا۔

امام ابن حجرؒ نے مختلف روایات میں تطبیق کی یہ صورت بھی بیان کی ہے۔[فتح الباری ٢/١٨٢]

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے وفات سے چار دن قبل مغرب کی نماز پڑھائی اور عشاء کی نماز سے آخری دن کی نماز فجر تک کل سترہ نمازیں آپ ﷺ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے پڑھائیں۔[الرحيق المختوم ص:٤٦٧]

ترجیح: اگر صحیح اور صریح روایت سے تعدد کا ثبوت ملتا تو یہی قابل قبول ہو سکتا تھا۔ بصورت دیگر پہلا قول ہی متفق علیہ حدیث سے ثابت ہے۔ نیز درج ذیل قرائن اس کی تائید کرتے ہیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ کا مقام ومرتبہ اور تمام صحابہ کرام ؓ کی تمناؤں کا تقاضا ہے کہ آپ ہی امامت فرماتے۔

(۲) مسجد نبوی اور حجرۂ عائشہ کے محل وقوع سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بائیں جانب تشریف فرما ہوں، کیونکہ یہی آپ ﷺ کے لیے زیادہ آسان تھا۔ واللہ أعلم

بیٹھے ہوئے امام کے پیچھے مقتدیوں کو کیسے نماز ادا کرنا چاہیے؟

{1} جابر، ابوهريره، اسيد بن حضير، قيس بن قهد ؓ، عطاء، جابر بن زيد، ابوالشعثاء، عبدالرزاق، محمد بن نصر، احمد، اسحاق، اوزاعی، عبدالرزاق، ابن المنذر اور اهل الظاهر رحمهم الله کے نزدیک مقتدیوں کو امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہیے، اگرچہ انہیں کوئی عذر نہ ہو۔ ابن حبانؒ نے اس کے مخالف کسی بھی صحابی سے منقول نہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اس قول کو اجماع صحابہ ؓ قرار دیا ہے۔ البانیؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔[صفة صلاة

النبی ﷺ : ص ۱۳۹] ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ بیٹھے ہوئے امام کے پیچھے بیٹھ کر پڑھنے کا حکم قولی حدیث میں ہے، جو فعلی حدیث پر مقدم ہے۔

۲۔ ابن خزیمہؒ نے کہا: یہ حکم صریح ہے، اس کی اسنادی حیثیت پر کوئی کلام اور متن میں کوئی اختلاف نہیں۔ [نیل الأوطار ۱۹۳/۳]

۳۔ اس حکم کی حکمت بھی بیان کی گئی ہے کہ فارس و روم کے کفار کی مشابہت سے اجتناب ہو۔ اور یہ سبب ایسا ٹھوس ہے کہ جس کی فرضیت لوگوں سے ساقط نہیں ہوسکتی۔

۴۔ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور وفات کے بعد بھی اسی پر عمل کیا ہے، جیسے کہ **جابر بن عبد الله**ؓ [ابن ابی شیبة ، باسناد صحیح]، **اسید بن حضیر**ؓ **اور قیس بن قهد**ؓ سے بھی مروی ہے۔ [التعلیق علی الروضة الندیة ۱۲۲/۱]

(۲) امام مالکؒ کی ایک روایت، امام ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ، اوزاعیؒ، خطابیؒ، حازمیؒ، ابن دقیق العیدؒ، قاضی عیاضؒ اور نوویؒ وغیرہ جمہور فقہاء سے منقول ہے کہ امام کسی عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہیے۔

انہوں نے قول اول کے دلائل کے یہ جواب دیے ہیں :

۱۔ دعوائے نسخ: "......**فصلوا جلوسا أجمعون**" کا حکم مرض وفات کی امامت سے منسوخ ہے۔ یہ امام شافعیؒ اور حمیدیؒ کا قول ہے۔ [بخاری، اذان، باب انما جعل الامام ...... ۲۰۴/۲] نوابؒ نے شاہ ولی اللہؒ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔ [الروضة الندیة ۱۲۱/۱، سبل السلام ۱۴/۲، الموسوعة الفقهیة ۱۰۹/۳۴]

۲۔ دعوائے تخصیص: یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھا۔ اس تخصیص کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ قوله تعالیٰ: ﴿ **يأيها الذين آمنوا لا تقدموا بين يدى الله ورسوله** ﴾ [الحجرات/۱]

جواب: یہ نماز کے علاوہ پر محمول ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے پیچھے نماز ادا فرمائی ہے اور حضرت صدیقؓ کو بھی امامت جاری رکھنے کا اشارہ فرمایا ہے۔ [متفق علیہ] بعض روایات کے تحت آپ ﷺ نے ان کی اقتدا بھی فرمائی ہے۔

۲۔ **حديث الشعبی قال رسول الله** ﷺ: "**لا يؤمنّ أحد بعدی جالساً**" [سنن الدارقطنی]

جواب: اس کی سند جابر الجعفی عن الشعبی مرسلاً ہے اور جابر متروک ہے، دوسری سند میں مجالد ہے جو کہ ضعیف ہے۔ نیز اس کے خلاف احادیث بھی ہیں: "**ان أسيد بن حضير**ؓ **كان يؤم قومه فجاء رسول الله** ﷺ **يعوده فقيل يا رسول الله** ﷺ **إن إمامنا مريض ،فقال: "إذا صلى قاعدا فصلوا قعودا"** [رواه أبو داؤد وقال هذا ليس بمتصل] **وروى عبد الرزاق عن قيس بن قهد الأنصارى**ؓ **أن إماما لهم اشتكى على عهد**